

تفسیر سورہ فاتحہ

از افادات مولانا حمید الدین فراہی

(۲)

دوسری فصل

۱۔ علی اور قوی تو اتر (مثلاً حدیث فداح اور حدیث تھمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی) سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ نماز کی سورت ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو جو نماز سکھائی تھی، اس میں بھی قوی قوی ہی کلمات ہم کو ملتے ہیں۔ گو نصاریٰ نے اس کے بعض الفاظ اور بعض الفاظ کے مدلولات فراموش کر دیے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے **وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَ ۙ آتَّخَذُوا مِثْقَاتَهُمْ فُسُوحًا حِطًّا ۖ تَمَّازُ كُورًا ۙ** (اور ان لوگوں سے جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے بیشاق یا پاپس انہوں نے بھلا دیا اس کا ایک حصہ جس کے ذریعہ سے ان کو یاد دہانی کی گئی تھی ہم یہاں اس دعا کو نقل کرتے ہیں تاکہ فاتحہ کے ساتھ اس کی مطابقت اور پھر قرآن کی تفصیلت نمایاں ہو سکے۔ تو قابابل ۱۔ ۴ میں ہے

”پھر ایسا ہوا کہ وہ کسی جگہ دعا کر رہا تھا جب کہ چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے اس سے کہا اے خداوند! جیسا پوچھنے اپنے شاگردوں کو دعا کرنا سکھایا تو بھی ہیں بکھا ۵ اس نے ان سے کہا جب تم دعا کرو تو کہو اے ہمارے آسمانی باپ! تیرا نام پاک مانجائے۔ تیری بادشاہی آئے ۵ تیری مرضی زمین پر بھی پوری ہو جس طرح آسمان میں پوری ہوتی ہے ۵ ہماری روز کی روٹی ہیں سفدیا کرہ اور جمائے گناہ محاف کر کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو محاف کرتے ہیں اور بہت زانٹس میں نہ لابلکہ ہمیں شمر سے نجات دے ۵“

متی میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں:

”تیرے ہی لیے بادشاہی، قوت اور عظمت اب تک۔ آمین ۵“

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے تئیں میرے حوالے کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس امر میں توفیق ہی بہتر ہے۔
 ہماری روزگاروں میں روز دیا کر۔ بھی محتاج تفصیل ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ بھی جو
 کہ وہ مشلوں میں باتیں کرتے ہیں۔ روٹی سے وہ روح القدس مراد لیتے تھے جس سے صلحا اور بارگاہی اصلی زندگی ہے۔
 چنانچہ دعا کی تعلیم کے بعد اپنے عام طریقہ کے مطابق انھوں نے خود اس کی تفسیر بھی فرمادی اگر تم بے ہو کر اپنے بچوں کو
 اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ (پروردگار) اپنے مانگنے والوں کو روح القدس کیوں نہ دے گا۔ دوسری
 جگہ فرمایا لکھا ہوا ہے (یعنی موسیٰ کے صحیفہ میں) کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتتا بلکہ اس کلمہ سے جیتتا ہے جو خداوند
 کی طرف سے آتا ہے (یعنی اس کے امر و حکم سے زندگی پاتا ہے پس تمہاری زندگی اس کی شریعت کی پابندی میں ہے)
 یہ حضرت عیسیٰ کے اسی قول کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتتا بلکہ جو کچھ خداوند کے منہ سے نکلتا ہے
 اس سے جیتتا ہے۔ پس ہمیں روز کی روٹی روز دیا کر۔ کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں وہ چیز عنایت فرما جو ہماری ابدی زندگی
 کا ذریعہ ہو یعنی وہ روح ہدایت جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دعائی شریح کرتے
 ہوئے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ متی میں ہے تنگ دروازہ میں داخل ہو وہ دروازہ کشادہ اور وہ راستہ چوڑا ہے
 جو موت کی طرف لے جاتا ہے اور اس میں داخل ہونے والے بہت ہیں اور وہ دروازہ بہت تنگ اور وہ راستہ بہت
 پتلا ہے جو زندگی کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے چلنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اس میں زندگی کے راستہ کی
 مثال تنگ راستہ سے دی ہے اور یہی وہ سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) ہے جو بندے کو پروردگار کے پاس پہنچاتی
 ہے اور وہی زندگی کا سرچشمہ ہے کیونکہ زندگی دراصل یہ ہے کہ ہم اپنے پسے دل اور پوری جان سے اللہ تعالیٰ سے
 محبت کریں اور وہ ہدایت جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں اسی زندگی کی طرف رہبری کرنے والا راستہ ہے۔ نظر
 مجید میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارات ہیں اَدَمَنْ كَانَ مِيْتًا فَاجِيْمِنَا وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي
 النَّاسِ مِمَّنْ قَتَلْتُمْ فِي الظُّلْمِ لَيْسَ بِعَجَابٍ مِمَّنْ هِيَ اِكْبَادُ مَرَدِّهَا مَوْتًا مِمَّنْ هِيَ اِكْبَادُ مَرَدِّهَا مَوْتًا مِمَّنْ هِيَ اِكْبَادُ مَرَدِّهَا مَوْتًا
 اس کو روشنی دی جس کو لے کر وہ لوگوں میں چلتا ہو اس کے مانند ہوگا جو تاریکیوں کے اندر ہو اور ان سے نکلنے والا نہ ہو)

اس آیت میں ایمان کو زندگی اور اتباعِ شریعت کو روشنی لے کر چلنے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں جیسا کہ فرمایا ہے وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس نے صراطِ مستقیم کی ہدایت پائی)۔

یہ انجیل کے فقرات کی شرح تھی جس کی تائید قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتی ہے جن میں جگہ جگہ حضرت عیسیٰ کے اقوال کی ترجمانی کی گئی ہے مثلاً اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعٌ دُوْرًا لِّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ وَكَهٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے پس اسی کی بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے) یعنی اللہ واحد کی بندگی جو اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی اطاعت پر شامل ہے۔ پس حضرت مسیح کی دعا، ہماری دعا، اہدنا الصراطِ المستقیم کے ہم معنی ہے اور ان کا قول ہمارے گناہ معاف کر ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو معاف کرتے ہیں "عفو کی! تجا بعل عفو کے وسیلہ سے ہے۔ ہم ایک نبی اور ایک استیعین" میں ہر اچھے کام کے کرنے اور ہر بڑے کام سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں۔ ہم نے عفو اور اجر کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے اور مختلف پہلوؤں سے دعا کے ادب کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ہماری مدد کر اور نہ ہی کہا کہ ہماری مدد کر کیونکہ ہم تیری غلصانہ بندگی کرتے ہیں۔ ہم نے وسیلہ کا ذکر کیا یہ سو کیا ہے یعنی یہ کہ ہم تیرے سوا کسی کو معبود نہیں بناتے لیکن ہماری دعا دو وسیلوں پر مشتمل ہے کیونکہ ایک استیعین خود بھی ایک وسیلہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے تیرے سوا کسی کو مستعان نہیں بنایا۔ اور یہ معلوم ہے کہ یہی دو وسیلے بڑے وسیلے ہیں۔ تمام احکام میں سب سے بڑا حکم توحید ہے حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلا حکم کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ سن لے! اللہ سب سے بڑا ہے اور یہ کہ تو اپنے خداوند سے محبت کر اپنے سارے دل، اپنی ساری جان اپنی ساری عقل اور اپنی ساری قوت سے۔ یہ سب سے پہلا حکم ہے۔ یعنی موسیٰ کی شریعت میں اسی طرح آیا ہے، اور توحید ہر نبی کی اولین تعلیم ہے۔ سورۃ ہود وغیرہ میں اس کے نہایت واضح شواہد موجود ہیں۔

اور ہمیں آزمائش میں نہ لانا اور شر سے بچا۔ یعنی آزمائش کی لہزوں سے بچا کہ جھنکے کے بعد قدم اکھڑنے نہ پائیں۔ یہ دعا حضرت مسیح کے حسب حال ہے۔ انجیل میں آزمائش سے بچنے کی دعا بہت ہے۔ اور اس کی ذمہ ان کی خشیت اور

آزمائشوں کی کثرت ہے لیکن آزمائش اللہ تعالیٰ کی منت ہے کسی صورت میں اس سے مفر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوَةَ لِيَسْئَلَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (اس نے پیدا کیا ہے موت اور زندگی کو تاکہ تم کو جانچے کہ تم میں کس کا عمل بہتر ہے) دوسری جگہ ارشاد ہے أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ذَرِكُوا لَكُمْ لِيَسْئَلَهُمْ رَبُّكُمْ عَنْ أَعْمَالِهِمْ (کیا ان لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ مجھ کو یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی جانچ نہیں ہوگی، حالانکہ ہم نے جانچا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گذرے) اس کے علاوہ بہت سے انبیاء کی آزمائشیں بھی بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا إِنَّكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اور جبکہ ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے پوری کر دیں فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا) اسی طرح آدم علیہ السلام کو جنت کی دخت اور نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں آزمایا اور فرمایا إِنِّي أَخِطَابُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْكَافِرِينَ (میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں میں سے مت بنو) چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے توبہ و استغفار کیا حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت ہے وَظَلَمْنَا دَاوُدَ إِعْجَابًا فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ (اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اس کو آزمایا پس اس نے اپنے رب سے مغفرت مانگی) اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت ہے وَكَهَدُفْنَا سُلَيْمَانَ وَالْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ (اور ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ڈال دیا اس کے تخت پر ایک دھڑ پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا ابتلا یہود کے صحیفوں میں مذکور ہے یہاں تک کہ ان لوگوں نے یردن کے اسی پار انتقال کیا اور ارض موعود تک قوم کی رہبری نہ کر سکے۔ حضرت مسیح کے ابتلا کی تفصیل آگے آئے گی۔ حضرت یوسف کی سرگذشت امتحان معلوم ہے حضرت ایوب کے شکوے سفر ایوب میں دیکھو۔ حضرت یحییٰ کی آزمائش قتل سے ہوئی۔ یہ باتیں سب کو معلوم ہیں جو نہیں معلوم ہیں ان کو اسی عام اور ہمہ گیر کلیہ سے سمجھ لینا چاہیے جو خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَسْئَلَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اور اس مضمون کی دوسری آیات میں بیان ہوا ہے۔

ان باتوں کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی خشیت کی شدت اور اپنی امت کی کمزوری

کی وجہ سے برابر آزمائش سے پناہ مانگتے رہے۔ ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی چالیس دن تک سخت آزمائش ہوئی اور ویسے تو ان کی ساری زندگی آزمائشوں کا ایک سلسلہ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھایا اور زمین کے فتنوں سے نجات بخشی جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے اِنِّیْ سَرَّ اِفْعَاکَ اِلَیَّ وَ مَطَّحْتُ لَکَ مِنْ اَلْذِیْنِ کُفَرُوْا رِیْسًا تَمَّ کُوْا بِیْ طَرَفِ اِٹْھَانِے وَالَا اور کافروں سے نجات دینے والا ہوں، اسی طرح ان کی امت کو بھی اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا اور جو ان میں اہل ایمان تھے ان کو راہِ حق پر ثابت قدم رکھا۔ سورہ بروج میں اس کے اشارات موجود ہیں اور تاریخ تو ان کی آزمائش و استقامت کے واقعات سے معور ہے (دعا کے اس فقرہ کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس ہولناک فتنہ کو دیکھ لیا تھا جو آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے منہ کھولے ہوئے کھڑا تھا۔ اس کی پوری تفصیل سامنے لانے کے لیے ان واقعات کو یاد کرنا چاہیے جو آپ کی امت کو پیش آئے اور جن کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ حضرت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے سوا ان کی نجات کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہ گئی)

اور یہ جو حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں شمر سے نجات دے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور جس طریقہ سے انھوں نے مانگی تھی اس سے بہتر طریقہ پر نجات دی لیکن اس امر کو یاد رکھنا چاہیے کہ طلبِ نجات کے ساتھ ساتھ وہ مرضی الہی پر بھی راضی تھے جو اصل دولتِ جاودانی ہے۔ انجیل کا وہ منظر میری چشمِ تصور کے سامنے ہے جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ زیتون پر مقامِ حسین میں حواریوں سے بالکل الگ تھلگ اللہ کے حضور گریہ و زاری کر رہے ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں کہ "لے خداوند! یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے، تو ہر بات پر قادر ہے، لیکن میں اپنی مرضی پر تیری مرضی کو ترجیح دیتا ہوں، پس تیری ہی مرضی پوری ہو، آپ نے اپنے حواریوں کو بھی حکم دیا کہ دعا میں شریک ہوں، لیکن وہ سو گئے۔ آپ بار بار ان کے پاس آتے اور پلٹ کے پھر جاتے اور دعا و مناجات میں سرگرم ہوتے۔ وہ عسات بھی نگاہِ تخیل کے سامنے ہے جب تمام اسباب و وسائل کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آپ پکاراٹھتے ہیں "خداوند! خداوند! تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔" وہ وقت بھی قابلِ لحاظ ہے جبکہ موت کا پیالہ ان کے ہونٹوں سے لگ جاتا ہے لیکن

اللہ تعالیٰ اس کو ہٹا دیتا ہے اور ان کو اٹھا کر کافروں کو نجات بخشتا ہے۔ اسی طرح ان کی امت کے ان اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نجات دی جو نبی امی صلعم پر ایمان لائے جس کی انھوں نے خوشخبری دی تھی اور آئندہ بھی جو ایمان لائیں گے وہ نجات پائیں گے پس امت کے غلصین کے بارے میں آپ کی دعا قبول ہوئی۔ وہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور آئندہ داخل ہوتے رہیں گے۔ لیکن ظالموں کے باب میں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نہیں قبول ہوئی اسی طرح آپ کی دعا بھی نہیں قبول ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس کا جواب قرآن مجید میں یوں مذکور ہے قَالَ وَ مِّنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ رُوحِيَا اور میری اولاد میں سے؛ فرمایا میرا عہد ان لوگوں کو شامل نہیں ہے جو ظالم ہیں یہ تفصیل ہوئی ان کی دعا کے اس فقرہ کی کہ ہم کو فتنہ میں نہ ڈال اور سر سے نجات دے۔

اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ فقرہ تو ضیح مزید ہے اس فقرہ کی کہ ہمیں رفتگی روٹی دیا کر۔ کیونکہ روٹی سے مراد جیسا کہ بیان ہوا، روح قدس اور روح ہدایت ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی اس کو لاریب فتنہ اور ہر قسم کے روحانی شر سے نجات بخشی۔ پس یہ اصل ہدایت کی دعا ہے۔ پھر بعد کی تفسیر انھوں نے یہ بات واضح فرمادی کہ اس زندگی کا دروازہ تنگ اور اس کا راستہ تپلا ہے، جس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ اس سے مراد وہ ہدایت الہی ہے جس کو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ دعا دراصل شریعت کے اہتمام اور اس فتنہ مضلالت کے سدباب کے لیے تھی جس کا آپ کو اپنی امت کے متعلق اندیشہ تھا اور جس کی ایک عبرت نیکز مثال یہود کی زندگی میں موجود تھی کہ خود مسیح علیہ السلام کی نبوت ان کے قبولِ حق کی راہ میں ایک پتھر بن گئی جیسا کہ انجیل میں اس کی تصریح ہے اور خود قرآن نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَ اَسْرَلْنَا اِلَيْهِمْ سُلٰلٰةً، كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنَا لَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ فَرِيْقًا كَذِبًا وَاٰرِثِيْنَ اَقْبَابِمْ وَ حَسِبُوْا اَنْ لَّا يَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَصَمَوْا وَ صَمُوْا سَمْعًا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَرِيْقًا وَاَصَمُوْا كَثِيْرًا مِّنْهُمْ (مائدہ) اور ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے،

جب جب آیا ان کے پاس کوئی رسول ایسی باتیں لے کر جو ان کی خواہشوں (بدعات) سے میل نہ کھاتیں تو ایک گروہ کا انھوں نے انکار کر دیا اور ایک جماعت کو وہ قتل کرتے رہے اور انھوں نے گمان کیا کہ کوئی فتنہ نہ ہوگا پس اندھے بہرے بن گئے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی پھر اندھے بہرے بن گئے ان میں سے بہتیرے ٹھیک سی طرح ہمارے ہاں سورۃ فاتحہ میں "صراط الذین انعمت علیہم" کے الفاظ اس طریق ہدایت کی توضیح کر رہے ہیں جس کا ذکر اوپر اہدنا الصراط المستقیم میں گند چکا ہے اور یہ نایت درجہ اہتمام ہے اس ہدایت کے لیے جس میں ایک امت بھٹک چکی ہے اور ایک خدا کے تہر و غضب کی مستحق ٹھیک چکی ہے اور چونکہ قرآن مجید ایک واضح ترین کتاب ہے اس لیے اس اجمال کی بھی اس نے ایسی وضاحت فرمادی ہے کہ جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ہمارا بیچ آفس

جب سے صدر دفتر ترجمان القرآن دارالاسلام، پشاور کو میں منتقل ہوئے ہم نے ایک بیچ آفس لاہور میں کھول دیا ہے تاکہ مقامی حضرات کو ہمارا لٹریچر حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ ضرورت مند حضرات اس پتہ پر تشریف لائیں۔ (۵۴-الف) سرکل روڈ بیرون موجی دروازہ۔ لاہور

ہماری ایجنسیاں

- | | |
|---|---|
| (۵) سید مختار محمد صاحب کاغذ نمکلا جواہر مقابل مظہر جاہلی ریکٹ (حیدرآباد دکن) | (۱۱) احترام اینڈ سنز جنرل منس امین آباد لکھنؤ |
| (۶) مولوی محمد یونس صاحب مکان ۵۵ محلہ حبیب نگر ناسلی (حیدرآباد دکن) | (۱۲) عزیز بٹ پوسٹل بک ایجنسی امین آباد لکھنؤ |
| (۷) منشی شہزاد صاحب پریس نیوز ایجنٹ چھوٹا بازار مہو تھانہ کوئی | (۱۳) آزاد نیوز ایجنسی عا۔ پراڈیسے چاندنی چوک بنگلور بھادونی |
| (۸) اسلامی کتاب گھر۔ پیری والا باغ۔ پل جٹش دہلی۔ | (۱۴) مکتبہ ابراہیمیہ۔ حیدرآباد دکن |